توحید کے دائرے میں سب سے بڑا امن ہے۔خالص عبادت اور اول المسلمین سے تمام دنیا کا امن وابستہ ہے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 9 رمئی 1997ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور نے درج ذیل آیات کریمہ کی تلاوت کی:

قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ؕ وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ؕ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝١١ قُلْ اِنِّيْۤ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ۝١٢ وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝١٣

(الزمر: 11 تا 13)

پھر فرمایا:

یہ آیات جن کی میں نے تلاوت کی ہے ان کا بنیادی طور پر اسی مضمون سے تعلق ہے جو گزشتہ چند خطبات میں چل رہا ہے لیکن اس کے مختلف پہلو، مختلف رنگ میں قرآن کریم بیان فرماتا ہے تا کہ سوئے ہوؤں کو جگا دے اور مختلف کروٹیں بدل بدل کر ایک مضمون کو سامنے رکھنے سے بسا اوقات سوئی ہوئی طبیعتیں بیدار ہو جاتی ہیں اور وہ چیزیں جو عام طور پر دکھائی دیتے ہوئے بھی دکھائی نہیں دے رہی ہوتیں اچانک نظر کے سامنے ابھر آتی ہیں۔ پس قرآن کریم نے جو نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ (الانعام:56) کا مضمون بیان فرمایا ہے اس سے یہی مراد ہے کہ ہر مضمون کو اتنے مختلف پہلوؤں

سے کھول کھول کر سامنے رکھا ہے کہ کسی کی نظر کسی نہ کسی پہلو کو تو ضرور پکڑ لے گی۔ انسانی فطرت میں جتنے بھی اثر قبول کرنے کے رستے ہیں ایک ہی مضمون کو قرآن کریم نے ان سب رستوں کی مناسبت سے بیان فرمایا ہے۔ اس لئے بعض لوگ جو سمجھتے ہیں کہ تکرار ہے قرآن کریم میں، بہت بے وقوف ہیں کیونکہ کسی ایک جگہ بھی قرآن کریم کے مضمون میں کوئی تکرار ان معنوں میں نہیں کہ مضمون بیان ہوگیا اب کوئی ضرورت نہیں دوبارہ بیان کرنے کی۔ تکرار کی دو حکمتیں ہیں جو بیک وقت دونوں ہی قرآن کریم کے طرز بیان میں کارفرما ہیں۔ ایک یہ کہ ایک چیز کو جب بار بار بیان کیا جائے تو وہ بالآخر دل پر اثر کر جاتی ہے۔ فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى (الاعلیٰ:10) نصیحت کر اور کرتا چلا جا۔ یقین رکھ کہ بالآخر نصیحت ضرور اثر انداز ہوگی اور ایک تکرار قرآن کریم کی ایسی ہے جس میں کروٹیں بدلی گئی ہیں اور دیکھنے والے کو بسا اوقات پتا بھی نہیں چلتا مگر ہر آیت اپنے رنگ میں اپنا مضمون اور اپنا اثر دکھا جاتی ہے اور عمومی طور پر انسان کو یہ نقشہ سمجھ نہیں آتا کہ تکرار کیوں ہو رہی ہے۔ پس اس پہلو سے جب آپ قرآن کریم کا مطالعہ کیا کریں تو آپ حیرت زدہ رہ جائیں گے کہ قرآن کریم نے کس طرح ہر مضمون کو مختلف رنگ میں بیان فرما کر ہماری فطرت کے ہر دروازے سے مضمون کو داخل فرمایا ہے۔

یہ آیت کریمہ جن دروازوں سے ایک پیغام پہنچا رہی ہے وہ ان سے کچھ مختلف ہیں جو میں نے پہلے آپ کے سامنے قرآن ہی کے حوالے سے رکھے تھے۔ فرمایا: قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ کہہ دے اے محمد رسول اللہ ﷺ یعنی مراد مخاطب رسول اللہ ﷺ ہیں، کہہ دے کہ اے میرے بندو! جو ایمان لے آئے ہو اتَّقُوْا رَبَّكُمْ اپنے رب کا تقویٰ اختیار کرو حالانکہ ایمان لانے والوں کی شرط میں تقویٰ داخل تھا۔ پس عجیب بات ہے کہ مخاطب ایمان لانے والے ہیں اور تقویٰ کی تلقین کی جا رہی ہے اور یہ پہلی بار نہیں قرآن کریم نے بارہا اسی طرف توجہ دلائی ہے کہ تمہارا ایمان لانا کافی نہیں ہے باوجود اس کے کہ ایمان خالص ہو۔ يٰعِبَادِ کا مضمون خالص ایمان کے بغیر بیان ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ یاایھا النّاس نہیں فرمایا يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اے میرے بندو! جن کو میں نے اپنے لئے چن لیا ہے پھر بھی تمہیں متوجہ کرتا ہوں کہ یہ کافی نہیں۔ تقویٰ ایک نہ ختم ہونے والا مضمون ہے۔ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ تقویٰ کی راہ پر اور آگے بڑھتے رہو۔ یہ مضمون ہے جو دراصل یہاں پیش نظر ہے اور اس کا نتیجہ کیا ہوگا۔ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ (النحل:31) جو

لوگ نیک اعمال بجالائیں گے نیکیاں کریں گے۔ فِیْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ کا ترجمہ دوطرح سے کیا جاتا ہے ایک جو رائج ترجمہ ہے وہ یہ ہے کہ جو اس دنیا میں نیکیاں کریں گے۔ حَسَنَةٌ ان کو اس دنیا میں ملے گی جو آنے والی دنیا ہے اور یہ رائج ترجمہ اس لئے ہے کہ ترجمہ کرنے والوں کے سامنے ایک دقّت ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ مومنوں کو تو دوسری دنیا کی خوشخبریاں دی جاتی ہیں اور اگر صرف اس دنیا میں ہی حَسَنَةٌ ملنی ہے تو اس کا فائدہ کیا ہوا پھر۔ اس لئے اس احتمال سے گھبرا کر ترجمہ کرنے والے یہ ترجمہ کر جاتے ہیں۔ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ جو اس دنیا میں نیک عمل کرتے ہیں حَسَنَةٌ ان کے لئے حَسَنَةٌ ہے۔ وہ کب ہے؟ ذکر تو نہیں مگر وہ کہتے ہیں صاف ظاہر ہے کہ اگلی دنیا میں حَسَنَةٌ کا وعدہ ہے۔ میرے نزدیک یہ ترجمہ درست ہونے کے باوجود ثانوی حیثیت رکھتا ہے۔ اولین ترجمہ وہی ہے جو آیت کے ظاہری بیان سے ظاہر و باہر ہے۔ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وہ لوگ جنہوں نے حسن عمل اختیار کیا، اپنی خوبیوں کو اور آگے بڑھایا ان کو حسین تر بنالیا ان کے لئے فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ان سے کوئی مستقبل کا وعدہ نہیں ہے، وہ تو ہے ہی مگر اور رنگ میں۔ ان کو اگلی دنیا کا انتظار نہیں کرنا پڑے گا اس دنیا میں وہ حسنہ دیکھ لیں گے اور ان کی نیکی کا بدلہ نقد نقد اسی دنیا میں ان کو عطا کیا جائے گا۔ یہ مضمون بتا رہا ہے کہ خاص قسم کے لوگ پیش نظر ہیں ایک خاص طبقہ ہے نیکی کرنے والوں کا جو اس وقت خدا تعالیٰ کے پیش نظر ہے اور اس مضمون کو اس آیت کا اگلا حصہ کھول رہا ہے یعنی اس طرز بیان کی چابی دراصل وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ میں ہے۔

وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ کا مضمون ہجرت سے تعلق رکھتا ہے اور ان آیات کریمہ میں بیک وقت دنیوی ہجرت اور روحانی ہجرت دونوں ہی بیان فرمائی جا رہی ہیں۔ پس صبر کا مضمون بھی ان لوگوں سے تعلق رکھتا ہے جو روحانی ہجرت کرتے ہیں یا جسمانی ہجرت کرنا چاہتے ہیں مگر انہیں ہجرت کرنے دی نہیں جاتی۔ تمہید کے ساتھ، جب یہ آیات آپ کے سامنے، آگے ترجمے کے ساتھ پیش کی جائیں گی یعنی ابھی جو میں بیان کر رہا ہوں جب ان کا ترجمہ آگے بڑھے گا تو پھر آپ کو صاف دکھائی دینے لگے گا کہ جو میں نے ترجمہ کیا ہے نہ صرف یہ کہ بعینہٖ درست بلکہ بہت برمحل ہے اور واقعۃً یہی مضمون ہے جو قرآن کریم اوّل طور پر ہمارے سامنے کھولنا چاہتا ہے۔

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا یہاں قومہ اگر انگریزی کی طرح عربی میں ہوتا تو یہاں قومہ ڈالا جاتا۔

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا جن لوگوں نے حسن عمل اختیار کیا، جنہوں نے اپنے آپ کو خدا کے حضور مزید خوبصورت کر کے دکھایا۔ فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ اسی دنیا میں ان کو خوبصورتی کی جزاء خوبصورتی کے ساتھ دی جائے گی۔ وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ اور اللہ کی زمین بہت وسیع ہے۔ اگر ہجرت کا مضمون نہ ہو اور نیکیوں کا تعلق خصوصیت کے ساتھ ہجرت کے ساتھ نہ ہو یا ان حالات سے نہ ہو جن حالات میں ہجرت کی مجبوری درپیش آتی ہے تو وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ کہنے کا کیا موقع تھا یہاں۔

اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ صاف پتا چلا کہ کوئی صبر کا مضمون ہے، بہت تکلیف کا مضمون ہے اور جب تکلیف دہ حالات ہیں اس وقت اگر انسان نیکی کرتا ہے تو اگلی دنیا کا وعدہ کوئی دل کو تسلی نہیں دیتا لازماً اس دنیا میں ان کو تسلی ملنی چاہئے اور اس دنیا کی جزاء کا وعدہ صبر کے ساتھ ان لوگوں کے ساتھ جو نہایت مخالف حالات میں نیکیوں سے چمٹے رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی خاطر تکلیفیں برداشت کرتے چلے جاتے ہیں، ان کے ساتھ اس دنیا کا وعدہ ایک لازمہ ہے جو قرآن کریم کا ایک دستور ہے۔ چنانچہ وہ آیات جو آپ کے سامنے کئی دفعہ پڑھی جاتی ہیں اور میں اس پر بعض خطبات بھی دے چکا ہوں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۱﴾

(حٰمٓ السّجدة:31)

یہ جو وعدہ ہے یہ آخرت کا وعدہ ہے مگر نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ (حٰمٓ السّجدة :32) مستقبل کا وعدہ نہیں رکھا گیا صرف۔ فرشتے یہ کہتے ہوئے ایسے صبر کرنے والے بندوں پر نازل ہوتے ہیں جو استقامت دکھاتے ہیں، استقامت اور صبر ایک ہی مضمون کے دو اظہارِ بیان ہیں۔ کہتے ہیں ہم اب اس دنیا میں بھیجے گئے ہیں تمہارے ساتھ رہنے کے لئے۔ تمہیں کبھی اکیلا نہیں چھوڑیں گے۔ فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ آخرت میں بھی ہم تمہارا ساتھ دیں گے۔

پس دنیا میں تسلی دلانا ان لوگوں کے لئے جو دکھوں میں مبتلا ہوں بہت سے امتحانات درپیش ہوں مگر دو باتوں میں صبر اختیار کریں۔ اپنے اقرار کو جو خدا سے کئے ہیں ان کو نہ بھولیں، اپنے وعدوں کو پورا کریں اور جو چاہے دنیا ان پر مصیبتیں توڑتی پھرے وہ اپنے عہد بیعت پر قائم رہیں یعنی اللہ تعالیٰ

سے جو بیعت کرتے ہیں اس پر استقامت اختیار کریں۔ یہ لفظ استقامت ان دوسری آیات میں بیان فرمایا گیا جو میں نے پڑھ کے سنائی ہیں اور یہ جو آیات جن کا میں ترجمہ کر رہا ہوں ان میں صبر کے ذریعے اس مضمون کو کھولا گیا ہے اور ہجرت کے ساتھ جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے صبر کے ساتھ اوران حالات کے ساتھ ہجرت کا ایک تعلق ہے اور ہجرت کے ضمن میں اللہ تعالیٰ ''اللہ کی زمین وسیع ہے'' کی خوشخبریاں ضرور دیتا ہے۔

ایک دوسرے موقع پر ان لوگوں کے لئے جو ہجرت نہیں کرتے اور یہ بہانہ رکھتے ہیں کہ ہم مجبور ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ ان کو متنبہ فرماتا ہے، کہتا ہے مجبور کیسے ہو گئے۔ کیا زمین اللہ کی وسیع نہیں تھی۔ ایسے موقع پر تمہیں ہجرت کر جانا چاہئے تھا۔ پس یہ تین مضمون، دنیا کی مصیبتوں کا نازل ہونا، خدا کے رستے سے ہٹانے کے لئے انسان کو تکلیفیں دے کر مجبور کرنا اوراس کے نتیجے میں یا ہجرت کرنا یا صبر کرنا یہ وہ مضامین ہیں جو ایک اور انداز میں، نئے پہلو کے ساتھ یہ آیات ہمارے سامنے کھول رہی ہیں۔

یہ جو اعتراض اٹھتا تھا یا بعض لوگوں کے ذہن میں ہے جس کی وجہ سے وہ ترجمہ میں آخرت کا وعدہ سمجھتے ہیں، ذہن میں یہ اعتراض اٹھتا ہے کہ اگر صرف دنیا میں حسنہ کے لفظ کے بیان کو پیش نظر رکھے تو یوں معلوم ہوتا ہے گویا آخرت کا وعدہ دیا ہی نہیں جا رہا مگر اسی آیت نے ختم ہونے سے پہلے پہلے وہ وعدہ کر بھی دیا۔ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ یہ نہ سمجھ لینا کہ دنیا کی حسنہ دے کر تمہارا حساب چکا دیا جائے گا۔ جو صبر کرنے والے ہیں ان کا اجر بغیر حساب ہے۔ اب یہ بھی بہت ہی اہم مضمون ہے صبر کرنے والوں کا اجر بغیر حساب۔ صبر انسان جن تکلیفوں پر کرتا ہے اگر وفا کے ساتھ آخر دم تک قائم رہے تب وہ صبر کہلائے گا ورنہ نہیں۔ تو جب مرتے دم تک وہ باز نہیں آئے خدا سے وفا کرنے سے، جب وہ نیک اعمال سے پیچھے نہیں ہٹے تو ان کا مرنا ان کے اختیار میں تو نہیں ہے وہ زندگی اگر چلتی چلی جاتی تو ہمیشہ وہ صبر ہی کی حالت میں قائم رہتے۔ پس جب خدا نے فیصلہ فرمایا کہ ان کی زندگی منقطع کی جائے تو عملاً یہ بھی فیصلہ کر دیا کہ ہم نے تمہیں آزما لیا، تم واقعی صابر بندے ہو۔ اگر تمہیں ہزار سال بھی ملتے تو اسی طرح تم رہتے اس لئے اب ہم تمہیں واپس بلاتے ہیں۔ تمہارے امتحان کا دور ختم ہوا لیکن جزا کا دور لامتناہی ہے کیونکہ تمہاری وفا سے پتا چلتا ہے کہ تم ان نیکیوں پہ دوام اختیار کر چکے تھے۔ صبر نے تمہیں ایک ایسی ہمیشگی کی زندگی عطا کر دی تھی جو خدا کی نظر میں

ہے اس لئے نہ مرتے تب بھی تم اسی طرح زندہ رہتے جس طرح اب ہو۔ یہ فتویٰ ہے خدا تعالیٰ کی طرف سے ایسے لوگوں کے حق میں کہ ان کو بلایا اس وقت جاتا ہے جب ان کی نیکیوں میں ایک دوام پیدا ہو جاتا ہے۔ فتویٰ یہ ہے کہ خدا نے ان کو قبول فرمالیا اور اب تمہیں اس کی لامتناہی جزا دی جائے گی۔

پس اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ کا یہ موقع ہے یہاں یعنی دنیا کی حسنہ تو تسلی کی خاطر ہے، وہ بے چارے یہ نہ سمجھیں کہ مرنے کے بعد ہی اب ہمیں امن نصیب ہوگا۔ فرمایا نہیں ہم تمہیں دنیا ہی میں حسنہ دے دیں گے۔ اب یہ مضمون بظاہر اس مضمون سے کچھ ٹکراتا ہے جو میں نے ابھی بیان کیا کہ آخر دم تک صبر کیا اس لئے خدا تعالیٰ نے لامتناہی جزا دی لیکن جب دنیا میں حسنہ دے دی تو پھر آخر دم تک صبر کا کیا موقع رہا۔ یہ مضمون بتا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں ان کے صبر کا امتحان لے کر ان کی زندگی ہی میں یہ فیصلہ فرما دیا کرتا ہے کہ تم پاس ہو گئے ہو۔ اگر یہ فیصلہ زندگی میں نہ فرمایا ہوتا تو دنیا سے حسنہ شروع نہ ہوتی۔

چنانچہ اس کی تائید میں جو میں نے آیات پڑھی ہیں ان میں یہی مضمون ہے۔ فرشتے جو نازل ہوتے ہیں وہ کہتے ہیں۔ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ۔ وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ اس دنیا میں ہم جب تمہارے پاس آ گئے ہیں اور نہیں چھوڑیں گے تو اب جنت کے متعلق تمہیں کیسے وہم ہو سکتا ہے کہ نہیں ملے گی۔ لوگوں کے لئے تو مرنے کے بعد کی جنت ہے تمہارے لئے تو شروع ہوگئی۔ ہم اس دنیا میں تمہارے ساتھ رہ کر ہمیشہ تمہاری حفاظت کرنے کے لئے مامور کر دیئے گئے ہیں۔ تو حسنہ دنیا سے شروع ہوئی ہے اور یہ اعلان کر رہی ہے یہ حسنہ کہ تمہارا امتحان مرنے سے پہلے ہی مکمل ہوگیا۔ مرنے سے پہلے ہی ہم تمہارے پاس ہونے کا اعلان کر رہے ہیں، خوشخبری ہو تمہیں کہ خدا کے حضور تم کامیاب ٹھہرے ہو۔ اب موت تو ایک ضمنی سی بات ہے جب آئے، آجائے گی مگر تمہارا عرصہ امتحان نتیجے کے ساتھ ختم ہوگیا اور جب عرصہ امتحان ختم ہوا تو حسنہ شروع ہو جاتی ہے جو ایک طبعی بات ہے۔ پس یہ دونوں آیات جیسا کہ میں نے بیان کیا تھا الگ الگ پہلو سے ایک بات پیش کر رہی ہیں۔ تصریف الآیات کا ایک عجیب مضمون ہے۔ کس طرح پہلو بدل بدل کر ایک چیز دکھائی جا رہی ہے اور بات وہی ہے لیکن اس کے حسین رنگ مختلف صورت میں انسان کی نظر کے سامنے ابھرتے ہیں۔

قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ۔ جو صبر کا دوسرا اور اعلیٰ معنی

ہے وہ روحانی صبر ہے اور آنحضرت ﷺ نے اس مضمون کو بڑی وضاحت کے ساتھ کھولا ہے کہ اصل صبر وہ ہے جو انسان نیکیوں پر صبر کر جائے اور دنیا کی مصیبتوں کے وقت بھی دراصل صبر کا یہی معنی ہے جو اولیت رکھتا ہے۔ محض صبر کر جانا تو اپنی ذات میں کچھ بھی نہیں۔ ایک شخص مجبور ہے اس کو پولیس مار مار کر ہلاک کر دیتی ہے، اس کو اتنا عذاب دیتی ہے کہ وہ ان دکھوں میں مر جاتا ہے اور جو اقرار نکلوانا چاہتی ہے اس کو پتا ہی نہیں ہوتا کہ میرے پاس وہ اقرار ہے بھی کہ نہیں یا جس جرم کا اقرار کروانا چاہتی ہے بعض دفعہ جرم کا بے چارے کو پتا ہی نہیں ہوتا۔ تو آپ کہہ سکتے ہیں بڑا صبر کیا ہے اس نے۔ کہہ سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں کہہ سکتے۔ وہ تو بے چارہ بے اختیار ہے، مجبور ہے، ظالموں کے پنجے میں جو لوگ آجائیں ان کے ساتھ اس طرح ہوتا رہتا ہے مگر خدا کی خاطر نہ انہوں نے پہلے زندگی بسر کی تھی نہ اس ظلم کا شکار خدا کی خاطر بنائے گئے، نہ کوئی صبر کا موقع تھا اس لئے صبر کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ مگر وہ احمدی جو پولیس کی حراست میں ذلیل کئے گئے، رسوا کئے گئے، ان کو جوتیوں سے مارا گیا، ان کو الٹا لٹکایا گیا اور وہ اس بات پر قائم رہے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سچے ہیں تم جو چاہو کر لو۔ نہ لاالہ الااللّٰہ کا انکار ہوگا، نہ مسیح موعود کا انکار ہوگا۔ یہ وہ صبر کا مضمون ہے جو دنیا میں دکھوں کے صبر کے ساتھ نیکیوں کے صبر کے ساتھ مل گیا ہے گویا دو الگ الگ باتیں نہ رہیں۔ پس جس صبر کی خدا تعریف فرما رہا ہے اس میں نیکیوں پر صبر ہونا ایک لازمی حصہ ہے اس کا۔ اس صبر کی سرشت میں داخل ہے۔ محض صبر کوئی چیز نہیں۔ اللہ کی خاطر صبر ہو تو ضرور نیکیوں پر صبر ہوگا، حق پر صبر ہوگا اور اس کے متعلق وعدہ ہے کہ جب یہ صبر کرو گے تو دنیا میں بھی تمہارا کامیابی کا اعلان کر دیا جائے گا اور تم سے نیک سلوک اس دنیا میں شروع ہو جائے گا اور جو بعد میں آنے والا ہے اس کا تو حساب ہی کوئی نہیں۔

اس لئے فرمایا قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ تو کہہ دے کہ مجھے تو عبادتوں پر استقلال کرنے اور ہمیشہ ان پر قائم رہنے اور محض اللہ کے لئے خالص رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ پس آنحضرت ﷺ کا صبر، چونکہ صبر ہی کا مضمون چل رہا ہے وہ عبادتوں پر صبر کا مضمون ہے اور ایسی عبادتوں پر صبر جو اپنے خلوص کے لحاظ سے کامل ہو چکی ہوں ان سے بہتر عبادت کا تصور ممکن نہ ہو۔ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ دین کو بس اسی کے لئے خالص کر دوں۔ پس حقیقی توبہ کا بھی اس عبادت سے تعلق ہے اور حقیقی توبہ کا بھی صبر سے تعلق ہے، صبر کے دونوں معنوں سے تعلق ہے۔

دشمن یا شیطان تکلیف دے کر یا سبز باغ دکھا کر آپ کو نیکیوں سے ہٹانے کی کوشش کرے اور برائیوں کی طرف بلائے اور آپ نیکیوں کے ساتھ چمٹے رہیں اور برائیوں کی طرف منہ نہ کریں تو یہ صبر کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے جس کے نتیجہ میں آپ کی عبادت خالص ہوتی ہے۔ اگر یہ صبر نہ ہو تو عبادت خالص ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ عبادت کا ایک معنی جھک جانا ہے۔ کسی اور کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ہے۔ تو آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر تم نے عبادت کے راز مجھ سے سیکھنے ہیں اور مجھ ہی سے سیکھو گے تو مجھے تو خدا کا یہ حکم ہے کہ اپنی عبادت کو اللہ کے لئے خالص کرلوں جس کا مطلب ہے کہ ایک شائبہ بھی کسی اور چیز کی تمنا کا میری عبادت میں دخل نہ دے سکے، ایک شائبہ بھی کسی اور چیز کے خوف کا میری عبادت میں دخل نہ دے سکے، توحید خالص اس عبادت کا نام ہے۔

پس فرمایا کہ مجھے تو توحیدِ خالص کا حکم دیا گیا ہے۔ ایسی عبادت کروں جس میں کسی غیر کے خیال کا، تصور کا، خواہ وہ حرص کے ساتھ ہو، خواہ وہ خوف کے ساتھ ہو شائبہ تک بھی نہ ہو۔ وَ اُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ اور اس مضمون میں مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ کسی سے پیچھے نہیں رہنا۔ جتنے دنیا میں انبیاءؑ آئے ہیں سب یہی کام کیا کرتے تھے مگر اے محمدؐ! تو سب سے بعد میں آیا ہے اور سب سے آگے بڑھ جانے کا حکم تجھے دیا گیا ہے، رکنا نہیں اس رستے پر یہاں تک کہ اول المسلمین ہونے کا تیرا اعلان نہ ہو۔ پس یہ کتنا عظیم الشان مضمون ہے۔ ایک ایسے مضمون کو جو عامۃ الناس سے ان نیک مسلمانوں سے تعلق رکھتا ہے جو دکھ دیئے گئے، جو آزمائے گئے اس کو کس طرح خدا نے سمیٹتے ہوئے، بڑھاتے ہوئے آنحضرت ﷺ پر منتج کر دیا اور اسلام کی ایک وہ تعریف کر دی ہے جو سب سے اعلیٰ تعریف ہے کیونکہ عبادتِ خالص ہی اسلام کا دوسرا نام ہے۔

خالص عبادت کا مطلب ہی اسلام ہے یعنی سوائے خدا کے کسی کے سامنے سر نہ جھکانا، خدا کے سوا کسی کے حضور اپنے آپ کو سپرد نہ کرنا یہ اسلام ہے۔ تو عبادت اور اسلام کا جو گہرا تعلق ہے وہ ظاہر فرمایا گیا ہے ان آیات میں۔ وَ اُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ یہ کوئی نیا حکم نہیں ہے۔ عبادت خالص کرنے کے مضمون کو اپنے منتہیٰ تک پہنچا دیا گیا ہے۔ کہہ دو کہ ایسی خالص عبادت کا حکم دیا گیا ہے کہ کبھی دنیا میں کسی عبادت کرنے والے نے تیری خالص عبادت کا ایسا حق ادا نہ کیا ہو۔ نہ ابراہیمؑ کو توفیق ملی ہو کہ میری طرح عبادت کر کے دکھائے، نہ موسیٰ کو ملی ہو، نہ اس سے پہلے

انبیاءؑ کو نہ بعد کے۔ پس مجھے اول آنے کا حکم دیا گیا ہے اور اول آ کے آپ نے دکھا دیا۔ عبادت کے وہ طریقے اختیار کئے وہ سلوک اختیار فرمائے اور ہمیں سب کچھ وہ سکھایا اس تفصیل کے ساتھ کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ کوئی بھی اپنی عبادت کے خلوص کا طریقہ ایسا نہیں رکھا جو اپنے لئے چھپا کے رکھا ہو۔ ایک ایک اسلوب پوری وضاحت کے ساتھ ہم پر کھولا ہے۔ پس آنحضرت ﷺ کی احادیث کا جو عبادت سے تعلق رکھتی ہیں مطالعہ کریں تو ایک بھی ایسی چیز نہیں ہے جو ہم پر مخفی رکھی گئی ہو۔ پس آنحضرت ﷺ وہ معلم نہیں ہیں جو اپنی بڑائی کی خاطر، اپنی امتیازی شان کی خاطر بعض چیزیں نہیں بتایا کرتے اور دنیا کے جتنے سائنسدان ہیں ان میں بھی یہ بیماری ہے۔ کسی حد تک وہ بعض سائنسی مضمونوں کو خوب کھول کر بیان کرتے ہیں لیکن وہ نکات جن کا دولت کمانے سے تعلق ہے جہاں سائنس دولت میں تبدیل ہوتی ہے وہ اپنے لئے بچا کے رکھ لیتے ہیں اس ٹیکنالوجی کا علم ہی نہیں ہونے دیتے اور باوجود اس کے کہ دنیا اتنی ترقی کر چکی ہے بعض چھوٹے چھوٹے راز ہیں جو آج تک دنیا کو معلوم نہیں ہو سکے۔ جن کو معلوم ہیں انہوں نے اپنے پاس سنبھال کے رکھے ہوئے ہیں اور باوجود انتہائی ترقی کے دوسرے وہ راز معلوم کر ہی نہیں سکتے۔ بعض چھوٹی چھوٹی باتیں مثلاً چاکلیٹ بنانے کا طریقہ ہے اس کا جو چاکلیٹ کا جو مزہ آپ لیتے ہیں، وہ مختلف کمپنیوں کے مزے مختلف ہوتے ہیں لیکن بنیادی طور پر جو چاکلیٹ بنانے کا طریقہ ہے کہ ایسی چیز جو ''کوکو'' کو اس طرح تبدیل کر دے ایک خاص درجہ حرارت پر پگھلے اور اس میں یہ نرمی ہو اس کے مزے میں، اس کے لمس میں یہ دنیا کی صرف دو کمپنیاں ہیں جن کو پتا ہے اور ساری دنیا کی چاکلیٹ کی کمپنیاں مجبور ہیں ان سے خریدنے پر اور ہزار کوششیں کرتی ہیں مگر وہ بات بنتی نہیں۔ Basic چاکلیٹ جو بنیاد ہے جس سے آگے بنتے ہیں وہ سارے انہی کمپنیوں سے خریدے جاتے ہیں۔ اس طرح اور بھی کئی ایسی چیزیں ہیں جو بعض کمپنیوں کی اجارہ داری بنی ہوئی ہے۔ پیٹنٹ کی وجہ سے نہیں، علم کو اتنا انہوں نے چھپا کے رکھا ہے کہ اور کوئی اس علم کا واقف ہی نہیں اس لئے بالکل مجبوری ہے۔ بہت سی ایسی باتیں ہیں آپ کو بتائی جائیں تو آپ حیران ہوں گے یہ چھوٹی سی چیزیں بھی دنیا کو نہیں پتا لگ سکیں۔ مگر کچھ ایسے راز ہیں جو معلوم ہو گئے اور پھر انہوں نے دنیا کو نہیں بتائے۔

مگر انبیاءؑ اور طرح کی مخلوق ہیں۔ انبیاءؑ کو جتنا بڑا راز ترقی کا معلوم ہوا اتنا ہی زور کے ساتھ وہ کھولتے اور دنیا کو سناتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کی ایک یہ بھی دلیل ہے کوئی

بھی راز جس سے انسان کو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو سکے جس سے عرفان حاصل ہو سکے اپنی ذات کے لئے چھپا کے نہیں رکھا بلکہ جتنا پتا چلا اتنا ہی بلند آواز سے اعلان کیا ہے۔ بے قراری پائی جاتی ہے، بے انتہا دکھ محسوس کرتے ہیں کہ کیوں نہیں دنیا سمجھ رہی۔ میرے پاس وہ خزانہ ہے جس خزانے کا کوئی مقابلہ ہی نہیں جس کی کوئی مثال دنیا میں نہیں مل سکتی وہ میں بانٹ رہا ہوں اور لوگ نہیں لے رہے۔

تو آنحضرت ﷺ نے ایک بھی راز ترقی کا ایسا نہیں جسے اپنے لئے بچا رکھا ہو یا اپنے خاندان کے لئے بچا لیا ہو یا اپنے صحابہؓ اور عربوں کے لئے بچایا ہو۔ تمام دنیا پر اور سارے راز ہمیشہ کے لئے کھول دیئے ہیں اور ساتھ اعلان کیا ہے کہ **فلیبلغ الشاهد الغائب** کہ جو جو بھی یہ باتیں سنے اس کو میرا حکم ہے کہ آگے لوگوں تک پہنچاتا چلا جائے ایک ایسا اعلان ہے جو ہمیشہ جاری و ساری رہے۔ پس آنحضرت ﷺ نے جس عبادت کا حکم اللہ سے پایا اس عبادت کو درجہ معراج تک پہنچا دیا۔ ایک معراج اس دنیا میں نیکیوں کا نصیب ہوا کرتا ہے اور میرا ایمان ہے اور ایک ذرہ بھی مجھے اس میں شک نہیں کہ آنحضرت ﷺ کے معراج کا ان نیکیوں کے معراج سے تعلق ہے۔

بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بے وجہ ہی عطا ہوگئی ہے۔ کوئی عطا خدا کی طرف سے بے وجہ نہیں ہوا کرتی۔ موہبت تو ہے لیکن موہبت پہلے اس طرح ہوتی ہے کہ کسی کو نیکی کی توفیق ملتی ہے پھر اسے اجر کی وجہ بنا دیا جاتا ہے۔ تو آنحضرت ﷺ کی موہبت آپؐ کی پاک اور بے داغ فطرت میں تھی لیکن اللہ تعالیٰ کے انصاف کا عجیب مضمون ہے کہ ہر بچے کو بے داغ فطرت والا بتایا۔ پس اس پہلو سے ہر شخص خدا ہی سے پاتا ہے تو پھر اسے ترقی نصیب ہوتی ہے مگر بعض لوگوں نے جو کچھ پایا اس کی پائی پائی کا حساب خدا کو دیتے ہیں اور جب وہ پائی پائی کا حساب دیتے ہیں تو پھر ایک موہبت کا نیا مضمون شروع ہو جاتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی عطا اس طرح نازل ہوتی ہے کہ حساب تو پائی پائی کا لیا لیکن دیا بے حساب۔ پھر اس کے بعد جو عنایات ہیں وہ لامتناہی ہو جاتی ہیں۔

پس آنحضرت ﷺ کا معراج اس دنیا میں ہر نیکی کا معراج تھا۔ کوئی ایک بھی ایسی نیکی نہیں جو انسان سوچ سکتا ہے جس میں حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے تمام بنی نوع انسان، تمام انبیاءؑ کو پیچھے نہ چھوڑ دیا ہو۔ اگر یہ میری بات درست نہ ہو تو پھر رسول اللہ ﷺ کو اس معراج کا حق ہی کوئی نہیں کہ سارے انبیاءؑ پیچھے رہ جاتے ہیں، جبرائیلؑ بھی پیچھے رہ جاتے ہیں، اکیلے ہی آپ رفعتوں کے

آسمان پر خدا کا ایسا قرب حاصل کرتے ہیں کہ کسی اور کو نصیب نہیں ہوتا۔ پس میں تو اس عقیدے پر سو فیصد قائم ہوں کہ محمد رسول اللہ ﷺ کا معراج، آپؐ کی عبادتوں کا معراج اس دنیا میں ہوا ہے۔ محمد رسول اللہ ﷺ کا معراج ہر نیکی کا معراج تھا جس نے اجتماعی صورت اس معراج کی اختیار فرمائی جس پہ خدا تعالیٰ کی طرف سے سب دنیا کو بتا دیا گیا کہ اس سے آگے خدا کے قریب تر کبھی کوئی انسان کبھی کوئی مخلوق نہیں پہنچی۔ اتنی بڑی نعمت اور ہمیں اس میں شامل فرمالیا ہے سب پر برابر کھول دی گئی ہے۔

یہ جو اعلان کیا کہ قُلْ تو یہ مراد نہیں کہ اعلان کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ بس اب میں ہی ہوں جو ان نعمتوں سے فائدہ اٹھاؤں گا۔ اس اعلان کے ساتھ دوسرے اعلانات بھی ہیں جس میں بتایا گیا ہے کہ جو جو ترقیاں میں نے حاصل کیں، راز میں تمہیں بتا دیتا ہوں آؤ اور دوڑ دیکھو ان میدانوں میں۔ جس میں جتنی ہمت ہے اس ہمت کے مطابق اسے ضرور جزا دی جائے گی قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ (الکھف: 111) اعلان کردے کہ میں بشر ہوں اور ان معنوں میں تم جیسا ہوں کہ بنیادی صلاحیتوں کے لحاظ سے جو صلاحیتیں تمہیں ملی ہیں، پاک فطرت لے کر تم پیدا ہوئے ہو وہی صلاحیتیں مجھے بھی ملی تھیں لیکن ان صلاحیتوں کو میں نے چمکایا ہے، ان تمام تر صلاحیتوں کو خدا کے حضور پیش کر دیا، اس کے سپرد کر دیا، یہی اسلام ہے اور نتیجہ کیا نکلا کہ يُوْحٰٓى اِلَيَّ مجھ پر وحی کی جاتی ہے اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ یہ مجھے وحی کی جارہی ہے کہ خدا ایک ہے اس کے سوا اور کوئی خدا نہیں۔

اب بشر کے بعد اس وحی کا کیا تعلق ہے۔ خدا ایک ہے اس لئے ہے کہ بشر اگرچہ بے شمار ہیں لیکن بشر اصل میں توحید سے بشر بنتا ہے اور جب تک خدا کی توحید کے ذریعے اپنے اندر خدا کی وحدت پیدا نہ کریں ہر غیر اللہ کا تصور نکال کے، نوچ کر باہر نہ پھینک دیں اس وقت تک حقیقی معنوں میں ''البشر'' نہیں بن سکتے تو فرمایا میں بھی تو بظاہر تم جیسا ہی بشر ہوں لیکن مجھ پر وحی کی جارہی ہے اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ کہ تمہارا سب کا خدا ایک خدا ہے اور بشریت بھی ایک ہے خدا بھی ایک ہے مگر اس کو ملے گا جو خدا کی وحدت کو اپنا لباس، اپنا اوڑھنا بچھونا، اپنے وجود کا ایک نہ ٹوٹنے والا حصہ بنالے گا، اپنے مزاج میں داخل کرلے گا، اپنے خون میں اسے سرایت کرے گا اپنی فطرت خدا کی وحدت کے مطابق ڈھالے گا جو پہلے ہی ڈھلی ہوئی ہے مگر از سر نو اسے صیقل کرے گا ان صفات سے جو توحید باری تعالیٰ کے نتیجے میں لازماً انسان میں پیدا ہونی چاہئیں۔ یہ کیسے پیدا ہوسکتی ہیں؟ تبھی پیدا

ہوسکتی ہیں جب خدا نے جتنی بھی آپ کو صفات عطا فرمائی ہیں ان سب کا رخ ایک طرف ہو جائے ورنہ صفات تو بہت سی ہیں وہ ایک ہو ہی نہیں سکتیں جب تک ایک نقطے پر ارتکاز نہ کر جائیں۔ روشنی کی شعاعیں کتنی ہی پھیلی ہوئی ہوں اگر لیزر کی طرح ان کو ایک جگہ اکٹھا کر دیا جائے، ایک نقطے پر اکٹھا کر دیا جائے تو ان میں غیر معمولی طاقت پیدا ہو جاتی ہے اور جتنا زیادہ ارتکاز صحیح ہوگا اتنی ہی غیر معمولی طاقت پیدا ہو جاتی ہے۔ سورج کی روشنی کو عدسی شیشے سے آپ ایک جگہ مرتکز کر کے دیکھیں تو سردیوں کی ٹھنڈی دھوپ بھی اس کاغذ کے ایک حصے کو جہاں شعاعیں مرتکز ہوئی ہیں ایک دم آگ لگا دیتی ہیں اور پھیلی ہوئی دھوپ کا آپ کو پتا ہی نہیں تھا کہ اس میں کیا طاقت ہے۔

پس بشریت کی طاقت کا راز بتایا گیا ہے اس میں۔ فرمایا اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ میں تمہاری طرح بشر ہوں مگر ایک فرق پڑ گیا ہے يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ مسلسل خدا تعالیٰ مجھے توحید کی طرف متوجہ رکھ رہا ہے، توجہ دلاتا چلا جاتا ہے۔ اس کے نتیجے میں مجھے توحید خالص کی ساری برکتیں عطا ہوئی ہیں اور مسلسل توجہ دلانے کا مطلب یہ ہے کہ میری تمام تر صفات جب بھی جلوہ دکھاتی ہیں اللہ کی طرف رخ کر کے وہ جلوہ دکھاتی ہیں۔ پس جب وہ خدا کی ذات میں مرتکز ہو جاتی ہیں تو ایک غیر معمولی طاقت ان سے پیدا ہوتی ہے۔ بشر سے نور بن جاتا ہے اور محمد رسول اللہ ﷺ کا بشر ہوتے ہوئے نور ہونا یہی معنی رکھتا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی فرمایا بہت بڑا اعلان ہے مگر گھبرانے کی بات نہیں۔ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا تمہیں بھی شوق پیدا ہوا ہے کہ ہم بھی ایسا بن کے دکھائیں تو تمہارے اندر بھی صلاحیتیں رکھی گئی ہیں۔ ورنہ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کا دعویٰ جھوٹا ہوتا۔ پس آؤ اور خوف زدہ ہو کر پیچھے نہ رہ جاؤ۔ کم ہمتی نہ دکھاؤ، انہی راہوں پہ آگے بڑھو جن راہوں پہ میں نے آگے بڑھ کر دکھا دیا ہے کہ بشر ہوتے ہوئے انسان اللہ کا اتنا قرب حاصل کر سکتا ہے۔ پس جو چیز اتنی عظیم الشان ہے اسے محمد رسول اللہ ﷺ نے Common place بنا کے دکھایا ہے۔ میں بھی تو بشر ہوں میں نے یہ سب کچھ حاصل کیا ہے کہ نہیں۔ جب کر لیا ہے تو تم کیوں گھبراتے ہو، تم کیوں آگے نہیں بڑھتے۔ وہی کام جو میں نے کئے ہیں تم بھی کرو۔ نیکیوں میں ترقی کرو لیکن ہر نیکی خدا ہی کی طرف رخ رکھے۔ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ

بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا وہی توحید خالص کا مضمون ایک اور رنگ میں پھر آخر پر کھول کے جہاں سے آغاز ہوا تھا وہیں پہ اس بات کو ختم کیا گیا کہ ہر ترقی کی جان توحید ہے اور توحید کے لئے ایک ایک صفت کو اس کی طرف موڑنا ہوگا۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ بعض طاقتیں تمہاری کسی اور طرف منہ کر رہی ہوں بعض اور طرف منہ کر رہی ہوں اور پھر تمہیں وہ عظیم الشان کامیابیاں نصیب ہو جائیں جو آنحضرت ﷺ نے حاصل فرمائیں۔

انتشارِ توجہ سب سے زیادہ مہلک چیز ہے جو انسان کو ہر ترقی سے محروم کرتی ہے اور انتشارِ توجہ کا مضمون ہے جو یہاں شرک کے حوالے سے بیان فرمایا گیا ہے جس سے روکا گیا ہے۔ فرمایا تمہاری صلاحیتیں بہت عظیم الشان ہو کر ابھریں گی لیکن ان کا انتشار نہیں ہونے دینا، ان کا رخ خدا کی طرف رکھنا ہے۔ پھر توحید کامل کی برکت سے یہ طاقتیں جب ایک مرکز پر اکٹھی ہوں گی تو ان سے اتنی حیرت انگیز طاقت ابھرے گی کہ تم اس کا اس سے پہلے تصور بھی نہیں کر سکتے تھے اور لیزر نے ہمیں یہ دکھا دیا ہے۔ لیزر مادی دنیا میں توحید ہی کا دوسرا نام ہے یا توحید کی طرف توجہ مرتکز کرنے کا ایک دوسرا نام ہے۔ وہ شعاعیں جو مختلف حصوں میں پھیلی ہوئی ہوتی ہیں لیزر ان کے رخ موڑنے کا نام ہے۔ ساری ریڈیائی طاقتیں، لہریں، ہر قسم کی چیزیں جب ایک خاص نقطے پر اکٹھی کر دی جائیں تو وہاں اتنی بڑی طاقت پیدا ہو جاتی ہے کہ حسابی طور پر عام آدمی کو بیان بھی نہیں کیا جاسکتا کہ کتنی بڑی طاقت پیدا ہو جاتی ہے۔ لیزر کی طاقت کو اب یہ آگے بڑھا رہے ہیں اور ایسا نظام دفاع تجویز ہو چکا ہے بلکہ ایک محدود پیمانے پر اس کی کامیابی بھی ہو چکی ہے کہ بڑے سے بڑے طاقتور جہاز کو جو نیوکلیئر ہتھیار لے کر آرہا ہو امریکہ کی طرف مثلاً، اس کو لیزر کے ذریعے فضا میں اس طرح اڑا دیں گے کہ آناً فاناً وہ پھٹ کے پارہ پارہ ہو جائے گا کیونکہ لیزر کی شعاع اس پر پڑتے ہی اتنی بڑی طاقت کا ارتکاز ہوتا ہے وہاں کہ اسے دنیا کی مادی چیز برداشت کر ہی نہیں سکتی۔ ایک دم دھماکے کے ساتھ وہ ہوا ہی میں تحلیل ہو کر ایسا پھیل جائے گا کہ اس کا گرد وغبار اکٹھا کرنا بھی ممکن نہیں رہے گا۔ یہ لیزر کی طاقت ہے جو توحید کا ہی کرشمہ ہے یعنی تمہیں خدا تعالیٰ نے بے شمار صلاحیتیں عطا فرمائی ہیں کوئی صلاحیت تم نے دنیا طلبی میں اس جگہ اپنی ضائع کر دی، کوئی اس جگہ ضائع کر دی۔ کچھ موقعوں پر تم نے دنیا کی حکومتوں کے سامنے سر جھکا دیئے، کچھ مواقع پر امیر لوگوں کے سامنے سر جھکا دیئے، کہیں قومی طاقتوں کے سامنے سر جھکا دیئے، کہیں نفس کی خواہشات کی پیروی کرتے ہوئے سیاست میں ترقی کرنے کے لئے

اپنی صلاحیتوں کے سودے کر لئے۔ تو انسان پر آپ نظر ڈالیں وہ تو بکھرا ہوا انسان ہے۔ یہی سب سے بڑا انسان کی تباہی کا موجب بنا ہوا ہے۔ اس ایک فقرے میں ساری انسانی ہلاکتوں کا راز آپ کے سامنے کھل جاتا ہے۔ انسان بکھرا ہوا ہے اس کی صلاحیتوں کو ایک رخ میسر ہی نہیں اور کبھی کوئی رخ میسر ہوتا ہے تو بدی کی طرف ہوتا ہے شیطان کی طرف ہوتا ہے۔ پس یا خدا کے بندے ہیں وہ جتنا خالص ہوں اتنا ہی ان کے ساتھ سلام کا تعلق ہوتا چلا جاتا ہے۔ مسلم بننے کا جو پیغام ہے اُمِرۡتُ لِاَنۡ اَکُوۡنَ اَوَّلَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ اس میں ایک دوسرا پیغام بھی ہے جس کی طرف میں آپ کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔ وہ شخص جو خدا کے لئے مسلم ہو جائے وہی ہے جو دنیا کے لئے مسلم ہو سکتا ہے۔ ناممکن ہے کہ ایک انسان خدا کے لئے تو مسلم ہو مگر دنیا کے لئے مسلم نہ ہو۔

مسلم کا ایک معنی ہے اپنے آپ کو سپرد کر دینا۔ ایک معنی ہے امن عطا کرنا، کسی کو اسلام میں داخل کر لینا یعنی اس کو سلامتی میں داخل کر لینا۔ تو خدا کے حضور جب انسان مسلم بنتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے اپنی ساری طاقتوں کو خدا کی طرف پھیر دیتا ہے ایک ہی نقطہ ارتکاز ہے ہستی باری تعالیٰ، اس کی توحید اور کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔ انسان کا انتشار ختم ہو جاتا ہے اور انتشار ہی بدامنی کا دوسرا نام ہے۔ انتشار کا برعکس سلامتی اور اسلام ہے۔ تو فرمایا جب تو مسلم بنے گا تو سب دنیا کے لئے مسلم بن جائے گا تجھ سے دنیا کا امن وابستہ ہو جائے گا۔ پس دنیا کا انتشار دور کرنے کی خاطر اپنے نفوس کا انتشار دور کریں۔ اگر آپ کی شخصیت بکھری ہوئی ہے، پھیلی پڑی ہے آپ کو پتا ہی نہیں کہ آپ کا مقصد کیا ہے کس رستے پر آپ نے آگے بڑھنا ہے تو دنیا کو کیا الزام دے سکتے ہو۔

پس یہ ساری نصیحت جو میں نے آپ کو اس آیت کے حوالے سے کی ہے اس کا خلاصہ یہی بنتا ہے کہ اپنے آپ کو سنبھالیں، اپنے انتشار دور کریں۔ انتشار ہوں تو پاگل پن پیدا ہوتا ہے۔ انتشار ہو تو انسان کی صلاحیتیں بکھر جاتی ہیں وہ اس کے کسی کام نہیں آتیں۔ جتنے نوجوان انتشار کا شکار ہیں وہ بے چارے کچھ بھی حاصل نہیں کر سکتے۔ جن کی توجہ ایک مقصد کی طرف مرکوز ہو جاتی ہے اللہ تعالیٰ ان کو بڑے بڑے انعامات عطا فرماتا ہے۔ فِی الدُّنۡیَا حَسَنَۃً (البقرۃ:202) کا وعدہ ان کے سامنے ان کے لئے روزمرہ کی ایک حقیقت بن جاتا ہے جو پورا ہوتا چلا جاتا ہے۔

تو جس انتشار سے میں آپ کو بچانے کی نصیحت کر رہا ہوں وہ مزاج اور طبیعت کا انتشار بھی

ہے اور روحانی قدروں کا انتشار بھی ہے اور صلاحیتوں کا انتشار بھی ہے۔ اپنی صلاحیتوں کو مجتمع کریں اپنی شخصیت کو ایک بنیادی شخصیت میں ڈھال لیں یعنی مرکزی اس کا جو تشخص ہے وہ موحد کے طور پر ابھرے اگر آپ موحد بن جاتے ہیں تو پھر دنیا کی ہر ترقی آپ کے قدم چومے گی اور اپنے آسمان کے دائرے میں آپ کو ایک معراج نصیب ہوگا۔ ہر ترقی آپ کو اپنے قدموں کے نیچے دکھائی دے گی۔

پس تمام کائنات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو اپنے قدموں کے نیچے دکھائی گئی ہے اوپر صرف خدا کی ذات ہے۔ پس انتشار دور کرنے کا یہ معنی ہے اور انتشار دور کرنے کے لئے یہ مقصود نظر، یہ مطلوب ہمیشہ اپنے سامنے رکھنا ہوگا کہ ہم اپنے وجود کی تمام صلاحیتوں کو اللہ کے لئے خالص کرلیں۔ اس کے نتیجے میں عبادت خالص ہوگی، غلامی کے حقوق ادا کرنے کی صلاحیت عطا ہوگی اور جب یہ ہوگی تو پھر دنیا آپ کے سپرد کردی جائے گی کیونکہ آپ سے زیادہ دنیا کا کوئی اور امین ہو نہیں سکتا۔ پھر آپ وہ مسلم بنیں گے جس کے اسلام کے ساتھ دنیا کا امن وابستہ ہو جائے گا اور ایسے ہی لوگ ہیں جو دنیا کے لئے امن عطا کرنے والے ہوتے ہیں۔ جن کا اپنا وجود اپنی نفسانی خواہشات کے تابع ہو خواہ چھوٹے دائرے میں ہو اس دائرے میں وہ دنیا کے امن کو برباد کرنے والے بنے رہتے ہیں۔ نفسانی خواہش کا جو چاہے آپ نام رکھ لیں جب بھی آپ اس کے حضور سر جھکائیں گے آپ خدا کے خالص بندے اس دائرے میں ختم ہو جائیں گے۔ اس دائرے میں آپ شیطان یا اپنے نفس کے بندے بنیں گے اور اس دائرے میں آپ کے سوا ہر انسان آپ سے محفوظ نہیں رہے گا۔ تمام دنیا کے امن کو اس بنیادی انسانی گناہ سے، گناہ کے مزاج سے خطرہ ہے کہ اپنے نفس کے لئے اپنے نفس کے حضور سر جھکا دے اور اس معاملے میں اللہ کی عبادت کی بجائے نفس کی اور اپنی خواہشات کی عبادت کرے۔ معبود سے جب کوئی چیز ٹکراتی ہے تو معبود اس کو ضرور تباہ کرتا ہے اس لئے انسان کے اپنے مفاد سے جب کسی غیر انسان کا مفاد ٹکرائے گا تو آپ اس کے امین کیسے ہو سکتے ہیں۔ اس کی حفاظت کرنے والے کیسے بن سکتے ہیں۔ وہ تو اولین دشمن کے طور پر آپ کے سامنے ہوگا۔ جو آپ کی چیز پر ہاتھ ڈالے گا اس کے آپ ہاتھ کاٹنے پر آمادہ ہوں گے اور جو چیز آپ کی نہیں ہے اسے اپنا بیٹھے ہیں اس سے بھی اپنوں والا سلوک کرتے ہیں۔ پاکستان سے آئے دن خبریں ملتی رہتی ہیں کئی لوگ کسی کے گھر میں داخل ہو گئے اور قبضہ کر لیا اور اب اپنے جھوٹے قبضے کو مالکوں سے بچانے کے لئے ہر حربہ

استعمال کرتے ہیں کہ ہماری چیز ہے۔تو جھوٹی اپنائی ہوئی چیز بھی اپنی ذات میں اپنی ایک غیرت بنا دیتی ہے اوراس سے جوٹکراتا ہے اس کوسزا دی جاتی ہے۔پس اس لئے شرک اور دنیا کا امن اکٹھے رہ سکتے ہی نہیں یہ دوایسی متضاد چیزیں ہیں جوایک دل میں اور ایک عمل میں اکٹھی نہیں ہوسکتیں۔پس اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں کہ اس مضمون کو سمجھنے کی اور ایسے صبر کی توفیق عطا فرمائے کہ جس صبر کے بغیر حسنہ ترقی نہیں کرسکتی۔جس صبر کے بغیر غیراللہ کے مقابلے کی توفیق نہیں ملا کرتی۔پھر اگر ہجرت کی توفیق ہوتو ہجرت کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ آپ کی صلاحیتوں کو بھی پھیلائے گا۔

اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً (النساء:98) کا مطلب صرف یہ نہیں کہ زمین ہی چوڑی ہے۔ مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو یہ طاقت حاصل ہے کہ آپ کی تمام صلاحیتوں کو بھی وسیع کرتا چلا جائے اور آپ کے عمل کے نتائج کو بھی جزاء میں وسعت دے اوراس طرح خدا کی زمین آپ کو وسیع دکھائی دے۔یہ پاکستان میں بسنے والے احمدیوں کے لئے از حد ضروری ہے۔سب دنیا کے احمدیوں کے لئے یہ قدر مشترک ہے، یہ مضمون واحد ہے،سب کے لئے برابر ہے۔مگر پاکستان آج کل جن حالات میں سے گزر رہا ہے ان کے پیش نظر خصوصیت سے میں نے پاکستانی احمدیوں کو سامنے رکھتے ہوئے یہ مضمون بیان کیا ہے۔ان کی حفاظت توحید میں ہے۔ان کی حفاظت انتشار سے بچنے میں ہے۔اپنی قومی وحدت کو سلامت رکھیں۔جماعتوں میں کسی جگہ بھی انتشار کا شائبہ تک نہ پیدا ہونے دیں۔جو جماعتیں منتشر ہیں فوری طور پر ان کے انتشار کو دور کرنے کی کوشش کریں ورنہ آپ توحید کی حفاظت میں نہیں آسکتے اوراگر آپ یہ کرلیں یعنی ظاہری انتشار ختم کردیں تو پھر یاد رکھیں کہ دلوں کا انتشار دور کرنا ابھی باقی ہے۔

پہلی منزل تو ظاہری انتشار کو دور کرنا ہے۔پہلا فرض تو ظاہری انتشار کو دور کرنا ہے۔اگر ظاہری انتشار دور نہ ہوتو آدمی یہ دعویٰ بھی نہیں کرسکتا کہ میرا دل مجتمع ہے۔دل کی صلاحیتوں کا مجتمع ہونا توحید ہی کا دراصل دوسرا نام ہے اور ایسا شخص پھر منتشر نہیں ہوا کرتا،ظاہر میں بھی منتشر نہیں ہوا کرتا۔ پس جماعت کی وحدت کو انتشار سے بچائیں اور افراد کے اندر اپنے نفوس کو مجتمع کرنے کا احساس پیدا کریں اور بار بار ان کو یہ تعلیم ہونی چاہئے کہ اگر تم ان خطرات سے امن چاہتے ہوتو مسلم بننا پڑے گا کیونکہ مسلم امن یافتہ کو بھی کہتے ہیں اور یہ جو تعریف ہے اسلام کی عبادت کو خالص کرنا اور اول المسلمین ہونا یہ وہ راز ہے جس سے تمام دنیا کا امن وابستہ ہے۔مگر خطرات کے موقع پر خصوصیت سے جب

آ گیں بھڑک رہی ہوں اس وقت وہ لوگ جو ان خطرات میں پل رہے ہوں ان کو لازماً جلد از جلد توحید کے امن میں داخل ہو جانا چاہئے۔ ایک دفعہ داخل ہو گئے تو اللہ ان کی حفاظت فرمائے گا۔ کوئی دنیا کی طاقت ان کو نقصان نہیں پہنچا سکتی یہ ایک ایسی چار دیواری ہے جس کو کوئی دنیا کی طاقت، کوئی بڑے سے بڑا دشمن توڑ نہیں سکتا، ضرب نہیں لگا سکتا۔

توحید کے دائرے میں سب سے بڑا امن ہے اور وہی شعر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اس موقع پر پھر میں آپ کو یاد دلاتا ہوں جو بارہا یاد دلا چکا ہوں کہ:

ے عدو جب بڑھ گیا شور و فغاں میں

نہاں ہم ہو گئے یارِ نہاں میں (درثمین اردو صفحہ:50)

توحید میں اپنے آپ کو دفن کر دینا، اپنے آپ کو غائب کر دینا، اپنے آپ کو چھپا لینا، اس کے امن کی چار دیواری میں چھپ جانا، یہ تب نصیب ہو سکتا ہے اگر آپ شرک کا قلع قمع پہلے کریں۔ اپنی طبیعتوں کا انتشار دور کریں۔ محبت الٰہی کے ساتھ خدا کی طرف جھکیں اور اس کے لئے اپنی صلاحیتوں کو غلام بنا دیں۔ اس کے بغیر یارِ نہاں میں نہاں ہو ہی نہیں سکتے۔ اس لئے محض فرضی نعرہ بازی میں آپ کا کوئی امن نہیں ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کلام قرآن کریم کے عرفان پر مبنی ہے۔ قرآن سے گوندھا گیا ہے اور ایک بھی کلام کا حصہ نہیں جو قرآن پر مبنی نہ ہو۔

پس یہ مضمون وہی ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بیان فرما رہے ہیں کہ تم خدا کے ہو جاؤ تو پھر تم مسلم ہو جاؤ گے یعنی ہر معنوں میں امن پانے والے بھی بن جاؤ گے اور اول المسلمین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سب سے زیادہ ہر خطرے سے بچائے گئے اور ہر خطرے کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو امین بنایا۔ لوگوں کو بچانے والا بھی اور خود امن میں آنے والے بھی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ پس ہر جگہ یہی مضمون سب جماعت کے لئے یکساں ہے مگر اہل پاکستان یعنی پاکستان کے احمدیوں کو میں دوبارہ خصوصیت سے توجہ دلاتا ہوں کہ دعا بھی کریں اور سب سے پہلے اپنے انتشار کی بیخ کنی کریں۔ اللہ تعالیٰ بعد کی مثبت صلاحیتیں بھی آپ کو عطا فرمائے۔ آمین